خشوع وخضوع کی حفاظت کے لیے رسالت مآب ﷺ کا اہتمام:

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کا بیان ہے: "إنّ النبي ﷺ صلّى في خميصةٍ لها أعلامٌ فقال: "شغلتني أعلامُ هٰذه، اذهبوا بها إلى أبي جهمٍ وأتوني بإنبجانيةٍ" [البخاري ح:٧٥٢، مسلم ح:٦١(٥٥٦)] "رسول اللہ ﷺ نے ایسی چادر پہن کر نماز ادا فرمائی جس میں نشانات بنے ہوئے تھے۔ پھر فرمایا: "اس چادر کے نشانات نے میری توجہ مبذول کرنے کی کوشش کی ہے، اب اسے ابوجہم کے پاس لے جاؤ اور مجھے انبجانی سادہ چادر لاؤ۔"

خمیصة ایسی خالص یا ملاوٹی اونی مربع چادر ہے، جس پر نشانات بنے ہوتے ہیں۔[فتح الباري ١٠/٢٧٧] یہ نشانات یقیناً کسی ذی روح کی تصویر نہیں تھے؛ کیونکہ اس صورت میں فرشتے قریب نہیں آتے۔ لیکن توجہ مبذول کرنے کے خوف سے تبدیل کرایا۔ "نماز کے علاوہ ایسی چادر استعمال بھی فرماتے رہے۔" [البخاري ٤٣٥، مسلم ٢٢/٥٣١]

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ اس کے بدلے ابوجہم سے کردی چادر لائی گئی، اسے دیکھ کر عرض کیا گیا: "اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کردی چادر سے وہ چادر زیادہ عمدہ و بہتر تھی۔" [أبو داؤد ح:٩١٥ وحسنه الألباني] لیکن اللہ کے رسول ﷺ کی نگاہ شریف میں "بہتر" وہی چادر تھی، جس سے نماز کی روح کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ [فاطر ٢٨] "یقیناً اللہ تعالیٰ سے اہل علم ہی ڈرتے ہیں۔"

مؤمنو! اپنی جائے نمازوں پر نظر ثانی کریں۔ تعمیر مساجد اور کارپٹ کی خریداری میں احکام شریعت کو مدنظر رکھیں۔ نماز میں آنکھیں بند کرنا ثابت ہوتا تو اس کا تجربہ کر لیتے، لیکن مقام سجدہ اور انگشتِ شہادت پر نظر رکھنے کی صورت میں مشکل پیش آتی ہے۔ کہیں یہ خوبصورت ورنگین جائے نماز ہم سے نماز کی "روح" چھین کر نہ لے جائے۔ دورانِ نماز دنیا کی زیب وزینت چھوڑنے کی کوشش کریں؛ تاکہ ہم امتحانِ قیامت کے **سوال نمبر 1 (لازمی)** میں کامیابی حاصل کرسکیں۔

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "إنّ أوّل ما يُحاسب النّاسُ به يومَ القيامةِ مِن أعمالِهم الصّلاة......" [الترمذي ح:٤١٣ وحسنه، أبو داؤد ح:٨٦٤ وصححه الألباني، أحمد ح:٩٤٩٤ وصححه الأرنؤط، الحاكم ١/٢٦٢ وصححه ووافقه الذهبي] "یقیناً لوگوں سے روزِ قیامت ان کے اعمال میں سے سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا۔"

صریر خامہ تبصرہ

خلافت اسلامیہ سقوط واحیاء (تاریخ کے تناظر میں) سکردو سے ترکی تک

مصنف: مولانا حق نواز ناشر: زبیر پبلکیشنز بلتستان ضخامت: 272 صفحات قیمت: 500 روپے

عمومی تبصرہ: مولانا حق نواز صاحب بلتستان کی معروف مذہبی وسیاسی شخصیت ہیں۔ فرقہ بندی سے نکل کر اتفاق رائے قائم کرنے کے لیے راقم کی طرف سے تحقیق مسائل کا مشورہ مایوسی کے ساتھ مسترد کرنے سے ان کی علمی وفنی صلاحیت سے متعلق جو بدظنی پیدا ہوئی تھی، اس کتاب کے مطالعے نے اسے دور کر دیا ہے۔

(۱) تاریخ خلافت کے ساتھ بہت سے فرقوں کی تاریخ اور عقائد پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ جزاہ اللہ خیرًا

(۲) تاریخی واقعات میں ہجری کے ساتھ سن عیسوی بھی اہتمام سے بیان کیا ہے۔ (صفحہ 162 میں لفظ بدل گیا ہے۔)

(۳) طباعت، کاغذ اور جلد بندی عمدہ ہے۔

(۴) رموزِ اوقاف قابل تکمیل اور محتاجِ نظر ثانی ہیں۔

(۵) کمپوزنگ میں لفظ کے درمیان Space زیادہ نہیں۔ پروف ریڈنگ کی غلطیاں بھی کم ہیں۔

(۶) آیات کا حوالہ طویل دیا ہے۔ احادیث کے حوالہ کا اہتمام کما حقہ نہیں کیا ہے، جو زیادہ اہم تھا۔

(۷) تاریخ کے حوالہ جات میں صرف آخری فہرست پر اکتفا کیا گیا ہے۔

تفصیلی تبصرہ:

(صفحہ: 40,41) **مسلکی وسیع الظرفی** حرم پاک کے چار مصلوں میں اس حقیقت کی طرف اشارہ تھا کہ چاروں فقہی اماموں میں سے جس امام صاحب کی تقلید کریں گے وہ صحابہ کرام کے ذریعے سے رسول اللہ ﷺ ہی کی اتباع شمار ہوگی۔ چاروں مسلک برحق ہیں، بلکہ امت کے اکیلے اہل حق گروہ یعنی اہل السنّت والجماعت کا حصہ ہیں۔ ان چاروں کے سوا کوئی مسلک ایسا نہیں جو سبیل المؤمنین شمار ہو سکے۔ اس لئے اخروی نجات کے لئے ان میں کسی ایک سے وابستگی ضروری ہے۔

التراث: چار مصلوں سے وہ استدلال کرے گا، جسے حجت شرعی کتاب وسنت اور تعامل اسلافؒ کا علم نہ ہو۔ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا﴾ [آل عمران ۱۰۳] ﴿وَلَا تَكُونُوا

كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ﴾ [۱۰۵] ''حبل اللہ'' شریعت اسلامیہ ہے، اس سے فرقہ بندی کی حرمت بالکل واضح ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے امت کو نماز کے 73 یا 4 طریقے نہیں سکھائے ہیں، صرف ایک طریقہ سکھا کر ارشاد فرمایا ہے: ''صلُّوا کما رأیتموني أصلِّي'' [البخاري ح: ۶۳۱، ۶۰۰۸]

رسول اللہ ﷺ روزانہ پانچوں نمازیں باجماعت پڑھاتے رہے۔ پھر فقہائے اربعہؒ کے آپس میں نماز کے طریقے میں ہی کئی اختلافات ہیں۔ مذکورہ بالا آیات کے مطابق ہر اختلافی مسئلے میں **''صرف ایک''** صحیح ہے، باقی اجتہادی غلطیاں ہیں؛ جو راویوں کی بھول چوک یا بعض احادیث تک کسی فقیہؒ کی عدم رسائی کا نتیجہ ہے۔

صحابہ کرام ؓ، اہل بیت عظام ؓ، متقی تابعینؒ و تابع تابعینؒ اور فقہائے امتؒ سب اتباع سنت میں نیک نیت تھے؛ کوئی بھی نیا فرقہ ایجاد کرنے والا نہیں تھا۔ لہٰذا جن مسائل شریعت پر ان کا اجماع ہے، وہ یقیناً حق ہے اور اس کی مخالفت کرنے والا ''سبیل المؤمنین'' کا مخالف ہے۔ لیکن جن مسائل میں ان کے درمیان اختلاف ہے، ان میں ''قوتِ دلیل'' کی بنیاد پر ترجیح دینا ہی ''سبیل المؤمنین'' اور ''صراط مستقیم'' ہے۔

(صفحہ: 44,45) سنہ ۱۵۰ھ میں امام شافعیؒ پیدا ہوئے اور امام ابوحنیفہؒ کا انتقال ہوا۔ ترکی میں حضرت خواجہ باقی باللہؒ کو ۱۰۰۸ھ میں مجدد الف ثانیؒ جیسا عظیم مرید ملا اور اسی سال ان کے مرشد خواجہ محمد امکنگی کا انتقال ہوا۔

التراث: ۱۵۰ھ اور ۱۰۰۸ھ کے درمیان بہت لمبا فاصلہ ہے۔ اس حد تک اختصار مناسب نہ تھا۔

(صفحہ: 60) اگر سلطان سلیم خان ایک جان کے بدلے ایک جان کے اصول پر عمل کرتے ہوئے جواباً صفوی کے دس لاکھ حامیوں کو قتل کرا دیتا تو بھی اس کا یہ عمل ...... قابل ملامت نہ ہوتا۔

التراث: ﴿اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ﴾ [المائدة ۴۵] کا مفہوم تعداد کے لحاظ سے ''جان کے بدلے جان'' نہیں، جیسا کہ کتاب کی عبارت سے شبہ ہوسکتا ہے؛ بلکہ مقتول کے بدلے قاتل ہی سے قصاص لینا مراد ہے۔

(صفحہ: 92) دنیا میں گمراہی اور آخرت میں نجات سبیل المؤمنین کی اتباع میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے زمانی قرب، علمی وسعت، فکری عمق، تحقیقی پختگی، احکام و مسائل کی جامعیت کے لحاظ سے سبیل المؤمنین کی موجودہ صورتوں میں حنفیت کو تمام باقی صورتوں پر فوقیت حاصل ہے۔

التراث: تمام اختلافی مسائل میں صرف ایک امام کا فتوی تحقیقی اور راجح ہونے کا مطلب ہے کہ نعوذ باللہ باقی ائمہ نے نقل کر کے فقاہت کا امتحان پاس کیا ...... رشوت یا سفارش سے نااہل لوگ امام بن بیٹھے!! جبکہ ہر مقلد کا

دعویٰ یہی ہے کہ تمام اختلافی مسائل میں اسی کے امام کا فتویٰ ہی صحیح ہے۔ تلاشِ حق کی تحقیق سے جان چھڑانے والوں کا ہمیشہ سے یہی وطیرہ رہا ہے: ﴿كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۝﴾ [المؤمنون ٥٣، الروم ٣٢]

(صفحہ:122) آپ ﷺ نے (23) سالہ مدنی زندگی میں بنفس نفیس ستائیس غزوات فرمائے۔ اور چھپن (56) عسکری دستے اور لشکر روانہ فرمائے۔

التراث: 23 سالہ "دعوتی" یا "نبوی زندگی" میں سے "مدنی زندگی" 10 سالہ ہے۔

غزوات النبی ﷺ کی تعداد میں اسنادی حیثیت سے صحیح ترین کو قبول کیا جائے تو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے سوال ہونے پر بتایا: "**غزا النبي ﷺ تسع عشرة غزوة**" [البخاري ح: ٣٩٤٩، ٤٤٧١، مسلم ح: ١٤٣ (١٢٥٤)] متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعینؒ اور اہل سیرؒ نے ۱۶، ۱۸، ۱۹، ۲۱، ۲۴ اور ۲۷ غزوات شمار کیے ہیں۔ لیکن جنگ صرف آٹھ میں ہوئی۔ آخری تعداد ابن اسحاقؒ مؤرخ کا بیان ہے، جسے مصنف نے اختیار کیا ہے۔

تعداد کا یہ فرق غالباً بعض واقعات کو اصطلاحی "غزوہ" شمار کرنے یا نہ کرنے میں تردد کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح عسکری دستوں کی تعداد بھی مختلف وارد ہوئی ہے۔ صاحب التلویحؒ سے نقل کیا گیا ہے: "**غزوات النبي ﷺ وسراياه نيفت على المائة ما بين غزوة وسرية**" [عمدة القاري كتاب الغزوات] غزوات کی طرح عسکری دستوں کی تعداد میں بھی "زیادہ سے زیادہ" کو قبول کیا جائے، تو (73 ...... 82) تک بنتی ہے۔

(صفحہ:127) بظاہر ...... ترغیب و رغبت کی مخالفت دکھائی دیتی ہے۔ الخ

شخصی مزاج اور اندازِ فکر و نظر کے فرق اور دونوں کے اپنے اپنے عہد کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف حالات کی وجہ سے قابل اعتراض نہیں رہتا۔

التراث: آخری توجیہ برحق ہے، اسی پر اکتفا کرنا چاہیے تھا۔ کیونکہ کوئی بدنیت مذکورہ توجیہات پیش کر کے ان پڑھ لوگوں کو گمراہ، یا فاضل مصنف سے منسوب کر کے پروپیگنڈا کر سکتا ہے۔

(صفحہ:130) ام حرامؓ واپسی پر خچری سے گر پڑیں ...... وہاں کے مسلم ہی نہیں غیر مسلم بھی ان کی قبر کا احترام کرتے تھے ...... بارش نہ ہونے کی صورت میں ان کے وسیلے سے دعا کیا کرتے تھے۔

التراث: ام حرامؓ کے وسیلے سے دعا کرنے پر کوئی تبصرہ نہیں کیا؛ جس سے یہ تأثر ملتا ہے کہ شاید استسقاء کا یہ طریقہ ان کے نزدیک درست ہو۔ حالانکہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک "شرعی وسیلہ" اسماء وصفاتِ الٰہیہ، اعمالِ

صالحہ اور نیک بندے سے دعا کرانے کے سوا کچھ نہیں۔

(صفحہ: 132) **عجیب واقعہ:** شاہ یمن تبع اول رسول اللہ ﷺ کے تشریف لانے سے تقریباً سات سو سال پہلے مدینہ منورہ سے گزرا...... آپ ﷺ کی خدمت عالیہ میں تین اشعار پر مبنی خط لکھ کر اس پر مہر لگائی۔

التراث: مصنف نے عربی اشعار کا ترجمہ لکھا ہے۔اس اہم دستاویز کی عبارت بھی پڑھ لیجیے:

شهدتُ على أحمدَ ﷺ أنّه — رسولٌ من اللهِ باري النسمِ
فلو مُدَّ عمري إلىٰ عمرهٖ — لَكنتُ وزيرًا له وابنَ عَمّ
وجاهدتُ بالسّيفِ أعداءَهُ — وفرّجتُ عن صدرِهٖ كُلَّ غَمّ

[ابن هشام، ابن سعد، البداية والنهاية] بعض کتابوں میں یہ اضافی اشعار بھی ہیں:

وألزمتُ طاعتَهُ كُلَّ مَنْ — عَلى الأرضِ مِن عُربٍ و عَجَم
ولكنّ قولي لهُ دائمًا — سَلامٌ على أحمدَ ﷺ فِي الأُمَمِ

[البحر المديد في تفسير القرآن المجيد، الاكتفاء بما تضمنه من مغازي رسول الله ﷺ، وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفىٰ ﷺ]

(صفحہ: 149) ان سب کی ہلاکت کا سبب اللہ تعالیٰ اور آخرت کا انکار اور اللہ تعالیٰ سے شرک نہیں بلکہ...... نبوت کو توحید و آخرت پر ایمان کے ذریعے کے طور پر قبول کرنے کی بجائے اس کی مخالفت کرنا ہے۔

التراث: اللہ تعالیٰ کا انکار واقعی نہیں تھا؛ لیکن "شرک" اور "رسول ﷺ پر ایمان نہ لانا" ان اقوام کی ہلاکت کا بنیادی سبب ہے۔صرف حضرت لوط علیہ السلام کی قوم سے متعلق شرک کی صراحت نہیں آئی ہے۔

(صفحہ: 172) کفر عالم اور صلیبی اتحاد احیاء خلافت کی اٹھتی ہوئی تحریکوں میں کوئی قابل ذکر عنادی رکاوٹ پیدا نہیں کر رہا...........خلافتِ اسلامیہ کے قیام اس کی بقا اور اس کے شجر سایہ دار کی افادیت اور اس کے ثمرات کے لطف کے فروغ اور پھیلاؤ کو روکنے کے لیے جو راستہ اختیار کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

التراث: "رکاوٹ پیدا نہ کرنے" اور "روکنے کا راستہ اختیار کرنے" میں تضاد نہیں ہے؟

(صفحہ: 177) سلطان مراد رابع نے خالی دیواروں پر چھوٹے خط میں بڑے سنہری حروف میں آیات لکھوائیں۔

التراث: چھوٹے خط میں بڑے سنہری حروف؟!

(صفحہ: 178) نیلی مسجد کے بارے میں علامہ مفتی محمد تقی عثمانی فرماتے ہیں "یہ مسجد کیا ہے ترکی فن تعمیر کا ایک عجوبہ ہے، اس میں داخل ہوتے ہی انسان اس کے پر شکوہ جاہ جلال اور حسن و جمال میں محو ہو جاتا ہے۔ اپنے پر شکوہ حسن اور مینا کاری کے لحاظ سے یہ مسجد اس قدر عظیم الشان ہے کہ میں نے دنیا میں ایسی کوئی مسجد نہیں دیکھی۔"

التراث: **مساجد کے پر شکوہ حسن اور مینا کاری** سے متعلق "درس حدیث شریف" ملاحظہ فرمائیے۔

(صفحہ: 181) **شب معراج کی رونق** ستائیسویں رجب کی رات رسول اللہ ﷺ معراج کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ اس معجزاتی واقعہ کی یاد میں لوگ نوافل میں شب بیداری کر رہے ہیں۔ اور اکثر لوگوں نے اگلے دن کا روزہ رکھا، نماز اور روزے کا یہ اہتمام ترکوں کی دینی محبت و دلچسپی اور مذہبی وابستگی کا واضح اظہار ہے۔

التراث: اسراء و معراج کی تاریخ میں اختلاف ہے؛ جو اس روز خصوصی اعمال کے "بدعت" ہونے کا ثبوت بھی ہے۔ کیونکہ اگر اللہ کے رسول ﷺ اس تاریخ کو خاص اہتمام فرماتے، تو اس میں اختلاف نہ ہوتا۔

اکثر محققین کے نزدیک اسراء و معراج ماہ ربیع الاول میں واقع ہوا۔ جیسے کہ عروۃ بن الزبیرؒ، ابو اسحاق الحربیؒ اور امام ابن شہاب زہریؒ سمیت بہت سے محدثین نے ترجیح دی ہے۔ [شرح البخاري لابن بطال (ت ٤٤٩هـ)، إمتاع الأسماع بما للنبي ﷺ من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع للعبيدي (ت: ٨٤٥هـ)، شرح الشفا لملا علي القاريؒ ١/٣٩٣، نهاية الإيجاز في سيرة ساكن الحجاز ١/٢٢]

(صفحہ: 187) مزارات پر حاضری دی، فاتحہ پڑھی اور کچھ دیر مراقبہ کیا۔

التراث: اہل سنت کو "سنت نبویہ" کے مطابق "مزار" کے بجائے "قبر" کہنا چاہیے، جیسے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "**اللّٰهمّ لا تجعلْ قبري وثنًا يُعبَدُ**" [موطأ مالكؒ ح: ٨٥ عن عطاء بن يسار، أحمد ح: ٧٣٥٨ عن أبي هريرة ﷺ وصححه الأرنؤط] خصوصاً اس لیے کہ "مزاروں" کی زیارت اور مراقبہ کرنے والے بہت سے لوگ مدفون سے خوف اور امید کے ساتھ دعائیں بھی مانگ کر شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔

(صفحہ: 188) پورا راستہ ان کے ہاتھ پیر چومتے اور احسان مندی شکر گزاری کا اظہار کرتے رہے۔

التراث: پیر چومنے والا مخلوق کے سامنے تعظیماً جھکتا ہے، اسے منع نہیں کیا؟!

(صفحہ: 189) ہم خود اس کے قائل ہیں کہ دم تعویذ مؤثر ذریعہ علاج ہے۔

التراث: "تعویذ" کے قائلوں کو مجلّہ التراث شمارہ 57 کا "درس حدیث" پڑھنے کا پر خلوص مشورہ ہے۔

(صفحہ: 189) ''جنون کی حالت میں سورۃ المؤمنون کی آخری چار آیتوں کا دم صحابہ کرام سے اور اس کی تائید وتوثیق رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔''

التراث: [مسند أبي يعلى الموصلي ح:٥٠٤٥، الدعاء للطبراني ح:١٠٨، الدعوات الكبير للبيهقي ح:٥٩٤، سلسلة الأحاديث الضعيفة ح:٢١٨٩] اسے حسین سلیم اسد اور شیخ البانی نے ضعیف کہا ہے۔

(صفحہ: 193) حضرت مولانا محمد قاسمؒ کا ارشاد: قرآن مجید، بخاری شریف، مثنوی شریف۔ یہ تین کتابیں انوکھی ہیں۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا: ''بعض مذاق کے لئے مثنوی شریف بمنزلہ ذکر اللہ ہے۔ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ کا قول ہے: مثنوی سینے میں عشق الٰہی کی آگ لگا دیتی ہے۔

التراث: اہل سنت والجماعت کو ایک ایسی کتاب کے بارے میں ''غلو'' سے ضرور بچنا چاہیے، جس میں توحید وسنت اور مفید نصائح کے علاوہ شرک وبدعت اور خرافات بھی موجود ہیں۔

(صفحہ: 195) مولانا محمد جلال الدین رومیؒ (٦٠٤-٦٧٢ھ) چھ گھنٹے مسلسل صرف اس بات کی وضاحت کرتے رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ﴿وَالضُّحٰى﴾ میں ''واو'' کیوں استعمال فرمایا ہے۔

التراث: ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝﴾ [القمر] اس جگہ ''واوِ قسم'' کا استعمال بھی **''اتنا مبہم''** ہرگز نہیں ہے، جس کے لیے چھ گھنٹے ''مسلسل وضاحت'' کی ضرورت پڑے؟!

(صفحہ: 196) ہلاکو خان کے سپہ سالار بیجو خان نے قونیہ کا محاصرہ کیا تو مولانا رومؒ خانقاہ سے اٹھے، تاتاری لشکر کے سامنے ٹیلے پر نماز میں مشغول ہو گئے۔ منگول سپاہیوں نے حملہ کرنا چاہا تو تیر، تلواریں اور گھوڑے سب جام ہو گئے۔ آخر بیجو خان نے ''ساحر'' کہہ کر معافی مانگی اور اپنا فتنہ کسی اور نامعلوم منزل کی طرف لے کر بڑھا۔

التراث: صرف قونیہ کو کرامت سے بچایا؟ تاتاریوں کو معاف کیا؟! جبکہ یہ خلافتِ اسلامیہ پر بدترین حملہ تھا۔ اہل علم ان حملوں میں انسانی خون سے بھی زیادہ نقصان علمی کتابوں کی تباہی کو شمار کرتے ہیں!!

(صفحہ: 198) **حضرت مولانا روم اور حضرت شمس تبریز کی ملاقات** مختلف تاریخی روایات میں سے دو بہت مشہور ہیں۔ (خلاصہ:) شمس تبریز نے دورانِ درس مولانا روم سے فضول سوال کر کے غصہ دلایا، اور اس کی کتابوں کو آگ لگائی۔ پھر آگ بجھا کر کتابوں کو بچالیا۔ دوسری روایت کے مطابق اس نے مولانا کی کتابیں پانی میں بھگو دیں، پھر خشک حالت میں نکال کر دیں۔ اس پر مولانا نے کتب خانہ بند کر دیا اور درس وتدریس کے تمام سلسلے ختم

کئے۔ ہر وقت شمس تبریز کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔اہل وعیال سے بھی دور ہوئے۔اہل خانہ کہنے لگے کہ شمس تبریز نے جادو کر کے ہمارے گھر کو برباد کر دیا، اللہ پاک اسے غارت کرے۔علماء نے متحد ہو کر شمس تبریز پر زندیق ہونے کا فتویٰ لگایا۔امیر بغداد نے شہر بدر کیا تو اس کا بیٹا مر گیا، معافی مانگی تو شمس تبریز نے زندہ کیا۔علماء نے فتویٰ لگا کر بغداد سے نکلوایا۔تاریخ فرشتہ میں اسے اسماعیلی کہا ہے۔قونیہ اور بغداد والوں نے ساحر، ہپناٹزم کا ماہر اور جادوگر کہا ہے۔کیا ایسا ممکن ہے کہ جادو، سحر اور ہپناٹزم کے ذریعے مولانا روم جیسے عالم وفاضل کو گرویدہ کیا جائے؟

خواجہ ابوالکلام صدیقی نے کہا شمس تبریز کے واقعات میں غلو پایا جاتا ہے۔روایت اور درایت دونوں لحاظ سے ان کو تسلیم کرنا مشکل ہے تاہم وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور سچے ولی تھے۔

اس موقع پر فاضل مصنف نے بیان کیا کہ ایک کم علم شخص سید منظور حسین ہمدانی سرگودھوی نے بلتستان آ کر یہاں کے ایک مشہور نوربخشی عالم سید مختار تھلوی کو بھی اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔

التراث: فاضل مصنف ایک زندہ مثال سے سمجھانا چاہتے ہیں کہ شعبدہ بازی اور ہپناٹزم کے ذریعے عالم فاضل کو بھی گرویدہ بنایا جاسکتا ہے۔ جزاہ اللہ خیرًا واقعی! اور خصوصاً اس صورت میں جب عالم کا عقیدہ کمزور ہو۔

منظور حسین نے سفیر دارالعلوم مولانا عبدالباقی خانؒ سے پوچھا تھا: میں بلتستان جا کر وہاں کے لوگوں کو قابو کر سکوں گا؟ مولانا نے اس کی حوصلہ شکنی کی تھی۔ بعد میں مسٹر مہرداد نے اسے بلتستان جانے کا مشورہ دیا تھا۔

(صفحہ: 206) ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ ایک بزرگ شیخ صدرالدین مولانا روم کی عیادت کے لیے تشریف لائے، شفاء کی دعا فرمائی۔فرمایا: شفا آپ کو مبارک ہو۔

التراث: ابن عربی بھی کمزور عقیدہ والا تھا، فصوص الحکم وغیرہ میں خرافات ''بھی'' بہت ہیں۔

(صفحہ: 206) توپ کاپے سرائے میوزیم عجائب گھر کے محفوظ تبرکات میں سے بعض وہ ہیں جن کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی گئی ہے مثلاً (۷) ڈاڑھی مبارک کے ساٹھ مقدس بال۔ (۱۰) مہر مبارک۔

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی کی ''جہانِ دیدہ'' میں بیان کردہ رائے کے مطابق ...... اس عجائب گھر کے تبرکات نسبتاً زیادہ مستند معلوم ہوتے ہیں۔ دیگر تبرکات میں (۷) حضرت یحییٰ کا سر مبارک بھی شامل ہے۔

التراث: (۷) داڑھی مبارک کے بال وہاں کیسے پہنچے؟ جبکہ رسول اللہ ﷺ داڑھی بڑھاتے اور بڑھانے کا حکم فرماتے تھے: ''وَفِّرُوا اللحی، اعفُوا اللِّحی، أَوْفُوا اللحی، أَرْخُوا اللحی'' [البخاري ح:٥٨٩٢،

٥٨٩٣، مسلم ح:٥٢-٥٥(٢٥٩، ٢٦٠)] جبکہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے منسوب حدیث: ''كَانَ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ مِنْ عَرْضِهَا وَطُولِهَا'' [الترمذي ح:٢٧٦٢] عمر بن ہارون بلخی کی وجہ سے موضوع ہے، کیونکہ اس سے روایت میں جھوٹ بولنا ثابت ہے۔[دیکھیے: تھذیب التھذیب] شیخ البانی نے بھی اسے موضوع کہا ہے۔

(۱۰) تاریخ شاہد ہے کہ مہر مبارک اریس نامی کنویں میں گم ہوکر ہر ممکن کوشش کے باوجود نہیں ملا تھا۔

(۷) حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر مبارک ہو یا کسی اور کا؛ عجائب گھر میں رکھنا حرام اور دفن کرنا فرض ہے۔

سنداً ثابت نہ ہونے کے ساتھ مذکورہ تین چیزیں قرآن وحدیث کے خلاف بھی ہونے کی وجہ سے ان کی نسبت کا ''بطلان'' واضح ہوتا ہے۔اسی سے عجائب گھر کی دیگر اشیاء کی نسبت بھی مشکوک ہو جاتی ہے۔

(صفحہ: 17-216) **مسجد سلیمانیہ**: ترجمان بھائی عبدالرحمٰن نے بتایا کہ سلطان احمد خان اول کو خواب میں نبی اکرم ﷺ نے نہ صرف مسجد کی جگہ بتائی بلکہ اس کا نقشہ بھی سمجھایا۔اگلے دن سلطان نے اپنے معمار کو بلایا اور جب اسے مسجد کا نقشا سمجھانے لگا۔تو اس نے کہا کہ جو نقشا اللہ کے نبی ﷺ نے آپ کو بتایا ہے وہ مجھے معلوم ہے۔ اس پر سلطان نے حیران ہوکر پوچھا تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ تو اس نے کہا کہ خواب میں جس وقت نبی مکرم ﷺ آپ کو یہ نقشا سمجھا رہے تھے میں بھی آپ کے پیچھے کھڑا ہوا یہ باتیں سن رہا تھا۔سبحان اللہ! کیا متقی حاکم اور کتنا عظیم معمار تھا۔مگر خواب کا یہ واقعہ صرف عوام میں مشہور ہے۔نہ تو کسی مستند تاریخی روایت سے ثابت ہے اور نہ ہی ترکی علماء میں سے کسی کی تصدیق ہمارے سامنے آئی۔

اس مسجد کی تعمیر میں سونے کی 700 اینٹیں لگائی گئی ہیں۔دو بڑے موم بتی کے ستون ہیں،......سبحان اللہ!

التراث: روایتاً ثابت نہ ہونے پر مستزاد نقش ونگار سے مزین عالیشان نقشے کو اللہ کے رسول ﷺ سے منسوب کرنا' اس کی تعمیر میں 700 طلائی اینٹیں لگانے سے بڑھ کر گناہ ہے۔فرمانِ نبوی ہے: ''مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ'' [حدیث متواتر] اور ایسی بے سند باتیں پھیلانے والا: ''مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيثٍ يُرٰى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ'' [صحيح مسلم: المقدمة عن سمرة رضي الله عنه والمغيرة رضي الله عنه، أحمد ح:٩٠٣ عن علي رضي الله عنه وصححه الأرنؤط] اسی لیے مصنف نے عدم ثبوت کی صراحت کردی۔ جزاه الله خيراً

''خواب'' ہی اکثر اہل بدعت کے خرافات کی بنیاد بنتی ہے؛ کیونکہ اس کا ثبوت طلب کرنا مشکل ہوتا ہے۔

(صفحہ: 228) عبدالعزیز بائندر نے کہا کہ ہدایہ فقہ کی کتاب ہے اور فقہ انسان کو دین سے دور کرتی ہے۔

اس کے جواب میں فاضل مصنف نے فقہ کی اہمیت پر پانچ نکات میں مدلل گفتگو کی۔

التراث: "فقہ" کی اہمیت پر مدلل گفتگو تحصیل حاصل ہے۔ یقیناً بائندر کا مقصد فقہ کی مخالفت نہیں ہوگی۔ اسے بعض فقہی کتب کے بہت سے مسائل پر اعتراض ہوگا؛ جنہیں شاید وہ علمی دلائل کے ساتھ پیش نہ کرسکا۔

(صفحہ: 228) قاضی صاحب کی نرم و مدلل گفتگو بائندر صاحب کی فقہ اور طلاق ثلاثہ کے بارے میں گمراہ ضدیت اور گمراہ کن فکر کو متأثر کیے بغیر ان کی میں نہ مانوں کی اعراضی کیفیت کی وجہ سے ان کے دل و دماغ سے پھسلتے اور لڑھکتے چلے گئے۔ (صفحہ: 237-230) میں بیک وقت تین طلاق کا مسئلہ یک طرفہ دلائل وقرائن اور "دعوائے اجماع" کے ساتھ بارہ نکات میں انتہائی زوردار انداز سے پیش کیا ہے۔

التراث: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: "كانَ الطلاقُ على عهدِ رسولِ اللّٰهِ ﷺ وأبي بكرٍ وسنتَينِ مِن خلافةِ عمرَ طلاق الثلاث واحدةً. فقالَ عمرُ إنَّ الناسَ قد استعجَلُوا فِي أمرٍ قدْ كانتْ لهمْ فيهِ أناةٌ، فلو أمضيناهُ عليهم، فأمضاهُ عليهم." [عبدالرزاق ح:۱۱۳۳۶ ومن طریقہ مسلم ح:۱۵(۱۴۷۲)] "رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دو سال' تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یقیناً لوگوں نے ایک ایسے معاملے میں جلد بازی شروع کر دی ہے جس میں ان کے لیے کافی گنجائش تھی۔ اگر ہم ان پر اسی کو نافذ کردیں۔ پھر ان پر اس کو نافذ کر دیا۔" یعنی لوگوں نے مسنون طریقے کے خلاف بیک وقت تین تین طلاق دینے کی عادتِ بد اختیار کی، تو انہیں رجوع سے بالکل منع کر دیا؛ تاکہ اس بری عادت کا خاتمہ ہو جائے۔

دوسری روایت میں ہے کہ ابو الصہباءؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ کو یقینی علم ہے کہ تین طلاقوں کو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے تیسرے سال تک ایک ہی شمار کیا جاتا تھا؟ تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: "ہاں" [مسلم ۱۶-۱۷(۱۴۷۲)]

دیکھیے: ترجمان القرآن رضی اللہ عنہ حدیث نبوی بیان کرتے ہیں۔ پھر تابعیؒ آپ سے مزید سوال کرتا ہے، آپ پورے وثوق ویقین سے حدیث پیش کرتے ہیں۔ اور اس حدیثِ محکم کے خلافت صدیقی وفاروقی کے دوران تک نافذ رہنے کی وضاحت بھی کرتے ہیں؛ جس سے اس شرعی حکم کے منسوخ ہونے کا امکان بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اگر کوئی حکم رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے آخری ایام میں منسوخ ہو جائے تو یہ ممکن ہوتا ہے کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

کو اس کے نسخ کا علم نہ ہو۔ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مبارک ادوار میں بھی نافذ رہے، تو اس کے عدم نسخ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق ثابت ہو جاتا ہے۔

پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس بدعتی طریقے کی سزا میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔ **یعنی رجوع سے منع فرمایا**؛ تاکہ لوگ آئندہ طلاق دینے میں بے احتیاطی نہ کریں۔

اس فیصلے کی حمایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی بیک مجلس تین طلاقوں کے بائن ہونے کا فتویٰ دیا۔ لیکن حدیث نبوی کو بھی واضح کیا۔ کیونکہ خلیفہ راشد رضی اللہ عنہ کا فیصلہ اس بدعت کو روکنے کی وقتی تدبیر تھی۔ یہ ہرگز مقصد نہیں تھا اور نہ ہی ممکن تھا کہ ﴿**الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ**﴾ [المائدة ٣] کے بعد شریعت اسلامیہ کا کوئی حکم منسوخ ہو۔

رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا: طلاق بتہ والی عورت سے عقد نکاح کر کے طلاق دی جائے تو پہلے خاوند کے لیے رجوع جائز ہے؟ آپ ﷺ نے جماع کے بغیر طلاق پر پہلے خاوند کے لیے رجوع جائز نہ ہونے کی وضاحت فرمائی: "**لا تحلُّ للأوَّلِ حتَّى يُجامِعَها الآخِرُ**" [النسائي ٣٢١٥ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ وصححه الألباني]

اسی فرمانِ نبوی سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور غیرتمند مؤمنوں کے ہاں حلالہ واقع ہونے کا خطرہ ٹل گیا۔

پھر اس حکم شرعی کے غلط ردّعمل میں "**حلالہ**" واقع ہونے کا امکان بالکل ختم فرمانے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے شدید ترین ممانعت فرمائی۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "**لعنَ رسولُ اللّٰهِ ﷺ المُحَلِّلَ وَالمُحَلَّلَ لَه**" [الترمذي ح: ١١٢٠ وقال حسن صحيح وصححه الألباني]......

امام ترمذیؒ کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سمیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، فقہائے تابعینؒ، سفیان ثوریؒ، ابن المبارکؒ، شافعیؒ، احمدؒ اور اسحاقؒ بھی یہی کہتے ہیں۔ اور میں نے جارودؒ سے سنا، وہ وکیعؒ کا قول بیان کرتے تھے: "**اس بارے میں اصحاب رائے کا قول پھینک دینا چاہیے۔**" [الترمذي بعد ح: ١١٢٠]

ان احادیث اور آثارِ صحابہ واہل علم سے درج ذیل حقائق روز روشن کی طرح عیاں ہوتے ہیں:

{1} کسی بھی صریح آیت یا حدیث سے "بیک وقت" دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی شمار ہونے کا ثبوت نہیں۔

{2} ابن عباس رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث سے دورِ نبوت سے لے کر دورِ فاروقی کے دو تین سال تک ایک ہی مجلس کی "تین طلاقیں" شرعاً "ایک" شمار ہونا ثابت ہے۔ یہ حدیث ترجمان القرآن رضی اللہ عنہ نے پورے وثوق سے بیان کی، آپ رضی اللہ عنہ سے استفسار بھی ہوا تو اثبات میں جواب دیا۔

{3} ایک ہی مجلس کی تین طلاقوں پر اللہ کے رسول ﷺ ناراض ہو گئے، لیکن اس موقع پر بھی تین واقع ہونے کی وضاحت نہیں فرمائی۔ مسلمان کے لیے رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی بہت بڑی سزا ہے۔

{4} حضرت عمر فاروق ؓ نے بار ہا خلافِ سنت طلاق واقع ہونے پر ذاتی صوابدید سے بطورِ سزا رجوع سے منع کا فیصلہ کیا۔ اگر نصوصِ کتاب وسنت سے تین واقع ہونا ثابت ہوتا، تو اس فیصلے کی کیا ضرورت تھی؟!

{5} ابن عباس ؓ سمیت صحابہ ؓ نے اس سزا کو تسلیم کیا۔ متعدد فقہاءؒ نے بھی اسی کے حق میں فتویٰ دیا۔

لہٰذا طلاق دینے والوں کو شرعی حد پر رکنا چاہیے۔ یعنی طلاق سنت کے مطابق ہی دیا کریں۔ اگر کسی نے غصے میں تین طلاقیں اکٹھے دی ہوں تو رجوع نہ کریں۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ **''خوئے بدرا بہانہ بسیار''** کتب فقہ میں خود فقہائے امت کی زبان پر حلالہ کی تعلیم دیتے ہوئے **''لعن اللّٰہ''** سے فقط ''کراہت'' کا اور لفظ ''المُحَلِّل'' سے ''حلت شرعی'' کا بھونڈا استدلال کیا گیا ہے!! حلالہ کی ایک صورت پر ''حلت کے اجماع'' کا دعویٰ بھی کیا گیا ہے۔ غالبًا ایسے بعض مسائل سے بائندر صاحب متنفر ہے۔ امام وکیع بن الجراحؒ (ت ۱۹۷ھ) پہلے ہی تلقین کر چکے ہیں کہ اس باب میں **اہل الرائے کی باتیں** قابل قبول نہیں ہیں۔ دیکھئے:

إذا تزوجَ بشرطِ التحليلِ فالنّكاحُ مكروهٌ، فإنْ طلّقَها بعدَ ما وَطِئَها حَلّتْ لِلأولِ، أما إذا أضمَرَ الثاني في قلبهِ الإحلالَ للأوّلِ ولمْ يشرطْهُ في العقدِ لفظًا ودخلَ بها حلتْ لِلأوّلِ إجماعًا. لو تزوجَها بنيةِ التحليلِ من غيرِ شرطٍ حلتْ للأولِ ولا يُكرهُ، والنيّةُ ليستْ بشيءٍ. إذا خافت المرأةُ ألا يُطَلِّقَها ينبغِي أن تبتدئَ بالإيجابِ فتقول تزوجتُکَ علىٰ أن يكونَ أمري بيدي بعد يومٍ أو شهرٍ، فإذا قبلَ الزوجُ علىٰ ذلک كانتْ متمكنةً مِن تطليقِ نفسِها في ذلک الوقتِ. المطلقةُ ثلاثًا إذا زَوّجتْ نفسَها مِن غيرِ كُفؤٍ ودخلَ بها حلتْ للزوجِ الأولِ عند أبي حنيفة وزفر. وذكر ابن فرشته في شرحه على الوقايةِ: لو ادّعتْ دخولَ المحلّلِ صُدِّقَتْ وإنْ أنكرَ هو، وكذا على العكسِ. ولو وطئَها في الحيضِ حلتْ للأوّلِ ولو لفّ......تحلُّ للأوّلِ. [دیکھ: بداية المبتدي في فقه الإمام أبي حنيفة للمرغيناني ۷۸/۱، الجوهرة النيرة ۵۴/۲، لسان الحكام في معرفة الأحكام ۳۲۹/۱ وغيرها]

جب آدمی خلافِ سنت تین طلاقیں اکٹھے دے کر رجوع کے لیے بیقرار ہو جاتا ہے، تو اس کے سامنے دو راستے ہیں: (۱) صحیح مسلم شریف میں ثابت حضرت رسول اللہ ﷺ کی حدیث پر عمل کرتے ہوئے رجوع کرے۔